عربی علوم و فنون

اور جدید مغربی ادب

شمیم احسن امانت اللہ

علم و ادب کا سرمایہ رکھنے والی قومیں جہاں جاتی ہیں وہاں اپنے علمی اثرات، ثقافت کے نقوش اور تہذیب و تمدن کے ایسے روشن منارے چھوڑ جاتی ہیں جن سے دنیا ہمیشہ رہنمائی حاصل کرتی رہتی ہے۔ اسی طرح عرب قوم اگر ایک طرف جرأت و شجاعت، ہمت و استقلال اور عزم و ثبات کا پیکر تھی تو دوسری طرف علوم و فنون، حکمت و معرفت اور تہذیب و تمدن کی عظیم دولت سے مالا مال بھی تھی، اس قوم نے جن جن مقامات پر فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے وہاں علوم و فنون کے دریا بھی بہا دیئے۔ چنانچہ اپنی فتوحات کے دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے عربوں نے جب اندلس کو فتح کیا تو اسے عربی ثقافت اور علوم و فنون کا مرکز بنا دیا۔ اور پھر یورپ نے دل کھول کر اس گہوارۂ علم سے استفادہ کیا۔ یورپ قرونِ وسطیٰ میں نہ صرف فلسفہ و ادب بلکہ دیگر تمام علوم و فنون میں عربوں سے بہت پیچھے تھا۔ لیکن عربوں کے انھیں ذخیروں سے استفادہ کر کے آج وہ اپنا سر فلسفہ اور ادب کے میدان میں بھی بلند کر رہا ہے۔ اور یہاں سے بھی بڑھ کر اب وہ علم و فن کے میدان میں دنیا کی قیادت کا دعویدار بھی ہو گیا ہے۔ حالانکہ صحیح مطالعہ رکھنے والوں اور اصحاب علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان کے بیشتر علوم عربوں ہی کے مرہونِ منت ہیں خواہ وہ ادب ہو یا حکمت، فلسفہ ہو یا منطق، کیمیاوی علوم ہوں یا ریاضیات کے اصول و مسائل، علم نجوم ہو یا فنِ تعمیر، صنعت ہو یا تجارت، الغرض تمام علوم و فنون عربوں ہی کے مرہونِ منت ہیں۔

اہل یورپ کو قدیم یونانی فلسفہ سے شناسائی [illegible]

میں جب فلسفے کی لاطینی زبان میں منتقل ہونے سے پہلے یورپ یونانی فلسفے سے بالکل ناآشنا تھا۔ اسی طرح یورپ کو مختلف علوم سے متعارف کرانے میں اندلس اور صقلیہ کے علماء کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ صقلیہ نے جو عربوں کے ۱۳۰ سالہ دورِ حکومت میں علم و فضل کا گہوارہ رہ چکا ہے اپنے علوم و فنون کی بارش سے پورے یورپ کو خوب خوب سیراب کیا اور یہ اسی گلشنِ علم و ادب کی خوشبو ہے جس نے آج تک یورپ کی فضا کو معطر کر رکھا ہے۔

خود نورمانڈی بادشاہوں نے عرب علماء اور دوسرے مترجمین کی مدد سے بہت سی عربی کتابوں کا لاطینی زبانوں میں ترجمہ کروایا، چنانچہ روجر ثانی نے سنہ ۱۱۰۱ء میں مشہور جغرافی ابو عبداللہ محمد بن الادریسی کو پورے آباد علاقوں کا عربی زبان میں جغرافیہ تیار کرنے کا کام سپرد کیا تھا۔

اندلس اور صقلیہ کے علاوہ صلیبی جنگوں کے زمانے میں یورپ کو مصر، شام اور فلسطین نے بھی تہذیب و تمدن کے بہت سے خزانے دیئے ہیں۔

یورپ عربی حضارت اور ثقافت سے جس قدر متاثر ہوا ہے اس کا موجودہ دور میں پورا پورا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ یورپ کی تاریخ میں قرونِ وسطیٰ کا زمانہ ابہام و غموض کی تاریکی میں اس طرح گھرا ہوا ہے کہ اصل حقیقت کا پتہ لگانا ہی مشکل ہو گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اندلس میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ایک طویل جنگ کے بعد جب اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا تو وہاں کی فضا عربوں کے خلاف نفرت و تعصب اور بغض و حسد کے زہر سے پوری طرح مسموم ہو چکی تھی، اور جس نے عربی اثرات کو نیست و نابود کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

اور تیسری وجہ جو بہت اہم اور قابلِ غور ہے وہ یہ کہ یورپ نے ہمیشہ [illegible] استفادے کے بعد اصل [illegible] کو چھپایا ہے۔ یورپ کے تمام مؤرخین [illegible] سے ہی یورپ کے ادب پر گہرا اثر

چھوڑا ہے۔ جسے ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل یا برہان کی ضرورت نہیں۔ [illegible]
لاطینی زبانوں میں منتقل کیا جانا اس کا ایک بین ثبوت ہے اسی طرح ابو العلاء [illegible]
اور ڈانٹے کے بہت سے اشعار میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔ [illegible]
کی کتاب رسالۃ الغفران اور کومیڈیا مقدسہ میں بھی بہت سی جگہوں پر ہم خیال پایا جاتا ہے
مثال کے طور پر اطالوی شاعر۔ ڈانٹے، جہنم میں اپنے گشت کے دوران چند [illegible] سے
ملاقات کرتا ہے۔ جو حضرت مسیح کی ولادت سے پہلے ہی مر چکے تھے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح
کہ ابو العلاء المعری امرؤ القیس، نابغہ اور دیگر جاہلی شعراء سے جہنم میں ملاقات کرتا ہے

اسی طرح یورپ کی شاعری میں اگر کہیں قافیہ کا استعمال نظر آتا ہے تو [illegible]
کی نقل ہے کیونکہ قدیم یورپی شاعری اور خصوصاً یونانی اور لاطینی زبانوں کی شاعری میں
قافیہ بندی اور وزن کا برقرار رکھنا سرے سے ہی مفقود ہے۔ عربی شاعری کی اصناف میں
نظموں، قومی ترانوں، قصوں اور گانوں نے اپنے اثرات اور بھی زیادہ چھوڑے ہیں کیونکہ
اندلس کے اہلِ طرب یورپ کے شہروں میں جاتے اور موسیقی کے آلات ان کے ساتھ ہوتے
جہاں جاتے محفلیں جم جاتیں اور ہر طرف ان کے گانوں کا چرچا ہو جاتا۔ ان کی موسیقی کی دھوم
مچ جاتی، زبان کی شیرینی، چنگ و رباب کی دھن لوگوں کو اپنا سر دھننے پر مجبور کر دیتے اس کے
نتیجے میں گیارہویں اور بارہویں صدی میں یورپ میں پیدا ہونے والے شعراء میں ایک گروہ ایسا
بھی تھا جو اشعار کو گا کر پڑھا کرتا تھا۔ اور ان کے پڑھنے کا طریقہ عربوں کے لہجے سے بہت
کچھ ملتا جلتا تھا۔ ان شعراء کو یورپ میں شعراء طروبادور کہا جاتا تھا لفظ طروبادور کے بارے
میں مستشرق ریبرا کا خیال ہے کہ یہ لفظ عربی کے لفظ طرب سے مشتق ہے۔ یہ شعراء زیادہ
تر ایسے اشعار کہتے تھے۔ جو معنی کے لحاظ سے نسیب سے متعلق ہوتے تھے جو عربی شاعری
کی اہم صنف ہے شعراء طروبادور کے اشعار اور اغانی و قوافی اندلس کے قومی ترانوں
سے بہت حد تک مشابہ ہوتے تھے جو ایک عرصہ تک اسپین میں معروف رہے۔